(رمادۃ) اقتصادی بحران اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ذاتی کاوشوں کا تحقیقی جائزہ

Analysis of Ramadah economic crisis and individual efforts of Hazrat Umar (RAW)

کلیم اللہ[i] ڈاکٹر عرفان اللہ[ii]

Abstract

Arabia during era of third caliph of the Muslim Hazrat Umar (RA) fell in severe drought followed by famine and economic crisis which wreaked havoc and crippled life of human being and livestock. Quoting his father while narrating fallout and plight of people during this critical hour, Hizam bin Hisham says as people returned from Hajj in 18 AD they experienced hardships; animals were dying as there was nothing for them to graze upon. As such there was no cultivation which led to led to serious famine and markets went dry as there no grain and other commodities disappeared from markets. People started dying and they had to fell back on decayed and decomposed bones of dead animals for consumption to stay alive. Fearing being killed, wild animals would come to human being for shelter and when one used to slaughter any sacrificial animal like goat, no blood would come out for being hydrated as a result of hunger. This crisis is known as Ramdah in history. But Hazrat Umar (RA) remained steadfast and prudently steered out his rule from this economic quagmire, presenting an ideal model for rulers in history. He showed high sense of responsibility for being a greater ruler over Arabia and the same can be gauged from the fact when he would say that he feared that Allah would ask him about rights of my animals. Once Umar ibn Al-Khattab (RA), said, "If a camel under my care dies on the banks of the Euphrates, I would expect Allah the Exalted to question me about it on the Day of Resurrection." When this was the case of your sense of livestock, what would be the knowledge of responsibility for your contemporary human being? During the current day, Islam is passing through a delicate phase and there is a crisis in everywhere: poverty is rampant, hitting badly the people in the developing countries especially the Muslim ones where people have been subjected to mal-treatment and discrimination. There as a deep division between the poor and the rich class in society- where the rich is living luxury life, enjoying perks and privileges at the cost of the former segment that is only meant to engage in hard work and intense labor. Therefore, those who are to rule country should be person of high integrity and be well-trained to perform their duties with full knowledge, expertise, loyalty and patience in the manner in which Hazrat Umar (RA).This Article will throw light on Ramdah crisis and high sense of responsibility, prudently of Hazrat Umar(RA).

Keywords: *Hazrat Umar (R.A), Ramadah, Economic Crises, Individual efforts.*

[i] ۔پی-ایچ-ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، بنوں یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں۔

[ii] ۔اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ،، بنوں یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اقتصادی بحران قحط اور خشک سالی کی صورت میں آیا تھا جس سے انسان اور جانور دونوں متاثر ہوئے تھے اور اس کا اندازہ اس روایت سے لگایا جاتا ہے حزام بن ہشام نے اپنے والد سے روایت کی کہ 18ھ میں لوگ حج سے واپس ہوئے تو سخت تکلیف پہنچی شہر خشک ہو گئے، جانور ہلاک ہو گئے اور لوگ بھوک کے مارے مرنے لگے، یہاں تک کہ لوگ بوسیدہ ہڈیوں کا سفوف کرتے تھے، صحرائی اور شہری چوہوں کے سوارخ کھودتے تھے اور جو کچھ ان میں ہوتا اسے نکال لیتے۔ اور جانوروں کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ وحشی جانور انسان کے پاس پناہ لینے آتے تھے اور اس وقت یہ حال تھا کہ ایک آدمی جب بکری کو ذبح کرتے تھے تو وہ اس قدر خشک اور بدبودار نکلتی تھی کہ اس سے کراہیت آنے لگتی تھی ۔ اسی بحران کو تاریخ میں رمادہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان مشکلات میں جس اولوالعزمی اور حوصلے سے کام لیا جو تاریخ میں حکمرانوں کے لئے مثالی نمونے کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے بلکہ احساس ذمہ داری کا جو نمونہ پیش کیا اس کا اندازہ اس روایت سے لگایا جا سکتا ہے "کہ اگر دریائے فرات کے کنارے اونٹ مر جائے تو مجھے اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اس کے بارے میں بازپرس کرے گا"۔

جب حیوانات کے بارے میں آپ کی احساس ذمہ داری کا یہ حال تھا تو اپنی رعایا بنی نوع انسان کے بارے میں احساس ذمہ داری کا کیا عالم ہو گا؟

رمادۃ بحران

مؤرخین کے اقوال کے تناظر میں رمادہ بحران کی تعریف کچھ اس طرح ہے:

علامہ طبری لکھتے ہیں: أصابت الناس مجاعة شديدة ولزبة، وجدوب وقحوط **کہ اس سال مسلمانوں کو سخت قحط اور خشک سالی کا سامنا کرنا پڑا۔**

عن مُحَمَّد بن إسحاق، قال: دخلت سنة ثمان عشرة، وفيها كان عام الرمادة وطاعون عمواس، فتفانى فيها الناس۔

محمد بن اسحاق نے نقل کیا ہے کہ 18ھ میں قحط اور عمواس کا طاعون نمودار ہوا اس سال بہت سے لوگ ہلاک و فنا ہو گئے۔

عن عبد الرحمن بن كعب بن مالك، قال: كانت في آخر سنة سبع عشرة وأول سنه ثمان عشره، وكانت الرمادة جوعا أصاب الناس بالمدينة وما حولها فأهلكهم حتى جعلت الوحش تأوي إلى الإنس، وحتى جعل الرجل يذبح الشاة فيعافها من قبحها[1]۔ **"عبد الرحمن بن کعب بن مالک روایت کرتے ہیں کہ 17ھ کا آخر اور 18ھ کا آغاز تھا جب رمادہ کا قحط رونما ہوا تو اس وقت یہاں اور اس کے اطراف کے لوگوں کو بھوک نے ہلاک کر دیا تھا اور یہ حالت ہو گئی تھی کہ وحشی جانور انسان کے پاس پناہ لینے آتے تھے اور اس وقت یہ حالت تھی کہ ایک آدمی جب بکری کو ذبح کرتا تو وہ اس قدر خشک اور بدبودار نکلتی کہ اس سے کراہیت آنے لگتی۔**

ابن کثیر لکھتے ہیں: كان في عام الرمادة جدب عم أرض الحجاز، وجاع الناس جوعا شديدا[2] **"عام الرمادہ میں خشک سالی ہو گئی تھی جو ارض حجاز پر چھا گئی تھی اور لوگ سخت بھوکے ہو گئے تھے۔**

ابن خلدون نے لکھا ہے ۔ وأصاب الناس سنة ثمان عشرة قحط شديد وجدب أعقب جوعا بعد العهد بمثله مع طاعون أتى على جميع الناس[3] ۔"18ھ میں سرزمین عرب پر بہت بڑا قحط پڑا۔ وحشی جانوروں تک بھوک پیاس سے پریشان ہو کر انسانوں کے پاس بے دھڑک چلے آتے۔ غلہ کی مہنگائی سے عام پریشانی پھیل گئی تھی، ساتھ ہی عمواس میں طاعون شروع ہو گیا تھا"۔

اس قحط کو رمادہ کے نام سے کیوں پکارا جاتا ہے؟

ابن کثیر اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے زمین کالی ہو گئی تھی یہاں تک کہ اس کا رنگ راکھ کی طرح ہو گیا تھا۔

طبری نے لکھا ہے : أصابت الناس في إمارة عمر ﷺ سنة بالمدينة وما حولها، فكانت تسفى إذا ريحت ترابا كالرماد، فسمي ذلك العام عام الرمادة۔"حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں مدینہ اور اطراف مدینہ میں قحط پڑا جب ہوا چلتی تھی تو راکھ کی مٹی کی طرح اڑتی تھی اس وجہ سے یہ سال عام الرمادۃ (راکھ کا سال) کہلایا"۔

ابن کثیر کہتے ہیں : وسميت عام الرمادة لأن الأرض اسودت من قلة المطر حتى عاد لونها شبيها بالرماد[4].وقيل: لأنها تسفي الريح ترابا كالرماد. ويمكن أن تكون سميت لكل منهما[5]۔"اسے عام الرمادہ کا نام اس لئے دیا گیا ہے کہ زمین بارش کی قلت کی وجہ سے سیاہ ہو گئی تھی حتیٰ کہ اس کا رنگ راکھ کی مانند ہو گیا تھا، بعض کا قول ہے کہ اس کو عام الرمادہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ہوائیں مٹی کو راکھ کی طرح اڑاتی تھیں۔ ممکن ہے ان دونوں کی وجہ سے یہ نام دیا گیا ہو"۔

رمادہ بحران کا زمانہ

زیادہ تر روایات اس بات پر متفق ہیں کہ رمادہ بحران اٹھارہ ہجری میں پیش آیا تھا جیسا کہ علامہ طبری نے روایات ذکر کئے ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ سترہ ہجری کے آخر اور اٹھارہ ہجری کے اوائل میں پیش آیا تھا[6]۔ایک روایت کے مطابق اٹھارہ ہجری حج کے بعد پیش آیا تھا یعنی زیادہ وقت انیس ہجری میں گذرا تھا[7]۔

کتنی مدت تک برقرار رہا؟

(1) علامہ ابن عبد البر کہتے ہیں کہ دو یا تین سال تک برقرار رہا[8]۔

(2) قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ پانچ چھ سال تک برقرار رہا وكانت خمسة أعوام أو ستة[9]۔

(3) بعض روایات میں ہے کہ اس کی مدت نو مہینے تک تھی[10]۔

تطبیق

قحط یا خشک سالی کا بحران یک دم نہیں ہوتا بلکہ اس کے کچھ مقدمات ہوتے ہیں جو ایک مدت تک جاری رہتے ہیں پھر اس کے اثرات ہوتے ہیں جو ایک مدت تک رہتے ہیں ایسا نہیں ہوا تھا کہ بس یکدم اقتصادی زندگی رک گئی بلکہ بارشیں برسنا بند ہو گئیں جس کی وجہ سے خشک سالی آئی۔ لہذا گھاس، چارہ اور زراعت ختم ہو گئی جس کے انسانوں اور جانوروں پر اثرات ظاہر ہو گئے۔ اور اس کے نتیجے میں قحط آئی۔ پھر بارش برسنے کے بعد یکدم اقتصادی زندگی

بحال نہیں ہوتی بلکہ جانوروں کے لئے گھاس، فصلیں وغیرہ اگنے لگے پھر جانوروں میں دم آیا، اور اس کے بعد انسانوں پر امید افزاء اثرات مرتب ہوئے لہذا کسی نے تمام مقدمات قحط، خود قحط کا زمانہ اور قحط کے بعد معتدل حالت پر آنے تک تمام زمانے کو رمادہ بحران کے زمانے میں شامل کیا ہے کسی نے صرف قحط کا زمانہ شمار کیا ہے۔ اسی وجہ سے اقوال میں اختلاف آیا ہے۔

رمادہ بحران سے متاثرہ علاقے

روایات میں اس کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔ زیادہ روایات میں یہ آیا ہے کہ حجاز کے تمام زمین پر محیط تھا۔ لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جزیرہ عرب کے دوسرے علاقوں میں بھی آیا تھا جیسے نجد، تہامہ اور یمن وغیرہ۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان علاقوں کو دو انصار بھیجے جن کے ساتھ بہت سے اونٹ تھے جن پر کھانا اور کھجور لادے تھے تا کہ وہاں قحط سے متاثرہ بھوکے لوگوں میں تقسیم کیا جائے[11]۔

رمادہ بحران کے ظاہری اسباب

جزیرہ عرب میں عرب لوگ اقتصادی وسائل میں سے دو وسائل کے ساتھ منسلک تھے (1) تجارت۔ (2) زراعت

زراعت سے پھل، اناج اور لکڑی جلانے وغیرہ کا کام لینا اسی طرح زراعت سے جانوروں کا نسل بڑھانا اور ان سے فوائد حاصل کرنا مقصود ہوتا۔ زراعت کے شعبے میں کمی آنے کا اہم سبب یہ تھا کہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے پانی ختم ہو گیا تھا جو براہ راست زراعت پر اثر انداز ہوا۔

تجارت کے شعبہ میں کمی آنے کا سبب شام کے شہروں میں طاعون عمواس کا ظہور ہونا تھا۔ کیونکہ طاعون عمواس کی وجہ سے لوگ مر گئے تھے سو لوگ اپنی ہی غم اور بیماریوں میں مشغول تھے اور طاعون کی وجہ سے لوگوں کا شام میں آنے جانے کا سلسلہ رک گیا۔ بلکہ اسلامی تعلیم کا یہ تقاضہ تھا کہ طاعون کے دوران شام کے شہر سے لوگ باہر نہ جائیں اور باہر کے لوگ شام میں نہ آئیں۔ جس کی وجہ سے تاجروں کی حرکت رک گئی اور تاجروں کے رکنے کا اثر براہ راست تجارت پر پڑا۔

رمادہ بحران کے معنوی اور باطنی اسباب

اسلامی منہج میں بحران کے صرف ظاہری اسباب اور اس کے معالجہ کی حد تک موقوف نہیں بلکہ معنوی اسباب سے بحث کرتا ہے جو معاشرے کے اجتماعی اور افرادی طور پر پر اثر انداز ہوتے ہیں لہذا اسلامی تعلیمات اسباب معنوی کو دور کرنے کی تلقین کرتا ہے کیونکہ مسلمان کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ طاعات اور معصیات کے مادی اثرات ہوتے ہیں جو دنیا اور آخرت میں محسوس ہوتے ہیں۔ لہذا جب بارشیں رک جائیں تو مسلمان ان کا سبب اپنے ذات اور اعمال میں ڈھونڈتا ہے کہ میرے اعمال میں کونسی کمی آئی ہے جس کی وجہ سے ہم ایک نعمت سے محروم ہو رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال عمر بن الخطاب رضى الله عنه ان الرجف من كثرة الزنا وان قحوط المطر من قضاء السوء وأئمة الجور[12]۔

"زلزلے زنا کی کثرت کی وجہ سے آتے ہیں اور بارشوں کا رک جانا برے فیصلوں، بے انصافیوں اور ظالم حکمرانوں کی وجہ سے ہوتے ہیں"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب زلزلہ آیا تو آپ نے لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا: اے لوگوں! یہ زلزلے نہیں آتے مگر کسی نئی چیز کی وجہ سے جو تم لوگوں نے پیدا کیا ہے اس ذات کی قسم جس کی قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم اس سے واپس نہ لوٹے تو تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔ فخطب عمر الناس، فقال: أحدثتم، لقد عجلتم، قالت: ولا أعلمه إلا قال: " لئن عادت لأخرجن من بين ظهرانيكم[13]۔

آپ رضی اللہ عنہ رمادہ بحران کے بارے میں فرماتے :اے لوگوں ! مجھے خدشہ ہے کہ ہم تمام لوگوں کی وجہ سے (اللہ کی) ناراضگی ہو۔قال: سمعت عمر يقول: أيها الناس إني أخشى أن تكون سخطة عمتنا جميعا[14]۔

جدید اقتصادی نظاموں میں اسباب معنوی کا کھوج نہیں لگایا جاتا جب کہ اسلامی اقتصاد میں اقتصادی خسارے یا بحران میں اس کا کھوج لگایا جاتا ہے۔

رمادہ بحران کے اثرات

رمادہ بحران صرف عام بھوک تک محدود نہیں تھا بلکہ زندگی کے دوسروں شعبوں کو بھی متاثر کیا تھا۔

(1)شعبہ زراعت پر بحران کے اثرات

جزیرہ عرب میں زراعت آباد کرنے کا اہم ذریعہ بارش اور کنوؤں کا پانی تھا اور یہ بات واضح ہے کہ جب بارش کا سلسلہ رک جائے تو زمین میں چشموں اور کنوؤں کا پانی خشک ہو جاتا ہے یہاں تک کہ زمین پر بارش نہ ہونے کی وجہ سے کالی ہو گئی تھی۔اسی وجہ سے جانور اور انسان سب اس بحران سے متاثر ہوئے۔

اسی طرح ابن سعد نے روایت نقل کیا ہے : رأيتنا عام الرمادة وحصت السنة أموالنا فيبقى عند العدد الكثير الشيء الذي لا ذكر له[15]۔"ہم نے رمادہ بحران کے سال اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھا کہ قحط نے ہمارا مال کم کر دیا تھا جس کے پاس عدد کثیر تھا،اس کے پاس اتنا باقی رہ گیا کہ وہ ذکر کے قابل نہ تھا"۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بحران سے بدو(بادیہ نشین)بہت متاثر ہوئے تھے کیونکہ ان کا دارومدار بارش پر تھا اور بارش نہ ہونے کی وجہ سے ان کا بنیادی وسیلہ روزگار گلہ بانی اور اس کی نشو دنما کرنا بالکل ختم ہوا تھا کیونکہ ان کے نزدیک غنیٰ اور فقر کا دارومدار یہی گلہ بانی اور جانوروں پر تھا ان کا دودھ پیتے اور گوشت کھاتے اور ان کا اون اور چمڑا بطور لباس استعمال کرتے تھے۔شہری اور شہر کے گردونواح میں رہنے والے لوگ اپنے کھیتوں کو چشموں اور کنوؤں سے سیراب کرتے تھے اسی وجہ سے کبھی کبھار پورا سال خشک سالی سے متاثر نہ ہوتے نیز شہری لوگ زراعت اور تجارت دونوں کرتے تھے اور کبھی کبھار یہ لوگ گھروں میں سال،دو سال کا راشن بھی ذخیرہ کرتے۔اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ دلالت کرتا ہے:ابن سعد نے روایت کیا ہے قال: نظر عمر بن الخطاب عام الرمادة إلى بطيخة في يد بعض ولده فقال:بخ بخ يا ابن أمير المؤمنين. تأكل الفاكهة وأمة مُحَمَّد هزلى؟ فخرج الصبي هاربا وبكى فأسكت عمر بعد ما سأل عن ذلك فقالوا اشتراها بكف من نوى[16]۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قحط کے سال اپنے کسی لڑکے کے ہاتھ میں تربوز دیکھا،آپ نے فرمایا:خوب،خوب،اے امیر المؤمنین کے بیٹے! تو پھل کھاتا ہے اور محمد کی امت مارے بھوک کے دبلی ہو گئی ہے۔بچہ دوڑا اور رونے لگا،اس کو پوچھنے کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو خاموش کیا۔لوگوں نے کہا کہ اس کو اس نے ایک مٹھی بھر کھجور کی گھٹلی کے عوض خریدا ہے"۔کیونکہ یہ تربوز مدینہ کے بازار میں ان کھیتوں/فصلوں سے آئی تھی جو کنوؤں کے پانی سے سیراب ہوتے تھے۔

اسی طرح یہ روایت دلالت کرتا ہے۔أن عمر قال: لو لم أجد للناس من المال ما يسعهم إلا أن أدخل على كل أهل بيت عدتهم فيقاسموهم أنصاف بطونهم حتى يأتي الله بحيا فعلت. فإنهم لن يهلكوا عن أنصاف بطونهم[17]۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا :اگر مجھے لوگوں کے لئے اتنا مال نہ ملا جو کافی ہو تو میں ہر گھر میں بقدر ان کی تعداد کے لوگ داخل کر دوں گا تا کہ وہ باہم آدھا آدھا پیٹ کھانا تقسیم کر لیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بارش اور سرسبزی لائے، کیونکہ لوگ آدھا پیٹ کھانے سے ہر گز ہلاک نہ ہوں گے"۔

نمبر2: شعبہ تجارت پر رمادہ بحران کے اثرات

حجاز کا ملک شام کے شہروں میں تجارت کا لین دین بہت مضبوط تھا کیونکہ حجاز کے شہر بہت سارے ضروریات کے اشیاء شام کے شہروں سے لاتے اور ان میں سے اہم امپورٹڈ اشیاء غذا اور بنے ہوئے اشیاء تھے لیکن شام کے بلاد میں طاعون ظاہر ہونے کی وجہ سے شام اور حجاز کے درمیان تجارتی لین دین کمزور پڑ گئی جس کی وجہ سے حجاز کو غذائی اشیاء کی سپلائی کم ہوگئی جس کی نتیجے میں نرخیں بڑھ گئیں اور لوگوں نے ذخیرہ اندوزی شروع کی۔ نرخ بڑھنے پر دلیل یہ ہے کہ بحران کے دور میں دودھ کا مشکیزہ اور گھی کا ڈبہ چالیس درہم کو پہنچ گیا تھا جیسے روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام نے چالیس (درہم) میں خرید لیا تھا۔ فقدمت السوق عكة من سمن ووطب من لبن، فاشتراهما غلام لعمر بأربعين[18]۔

معاشرے پر بحران کے اثرات

پہلا اثر: معاشرے پر رمادہ بحران کے اثرات میں سے اہم اثر یہ تھا کہ ایک بڑی تعداد نے مدینہ کی طرف ہجرت کی یہاں تک کہ عرب کے اطراف واکناف سے لوگ کھینچ کر مدینہ آئے جیسے روایت میں ہے وكان الأعراب حلولا فيما بين رأس الثنية إلى راتج إلى بني حارثة إلى عبد الأشهل إلى البقيع إلى بني قريظة. ومنهم طائفة بناحية بني سلمة هم محدقون بالمدينة[19]۔

"اعراب راس الثنیۃ سے راتج تک، بنی حارثۃ بنی عبد الاشہل تک اور بقیع سے بنی قریظہ تک اندر تھے۔ ان کا ایک گروہ بنی سلمہ کے نواح میں بھی تھا جو مدینے کو گھیرے ہوئے تھے۔ جب مدینہ منورہ میں وسائل محدود تھے اور اتنے بڑے مہاجرین کے لئے تیاری نہیں تھی تو یہ ایک پریشان کن صورتحال تھی خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دوسرے والیوں کو بھیجے گئے خطوط میں اس طرح بیان فرماتے ہیں: من عبد الله عمر أمير المؤمنين إلى فلان بن فلان، أما بعد، فإن العرب قد دفت إلينا ولم تحتملهم بلادهم، ولا بد لهم من الغوث الغوث[20]۔ "بے شک ہمارے ہاں عرب کھچاکھچ /پے درپے ہجرتوں کے ساتھ آئے۔ ان کے بلاد ان کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے اور ان کی مدد کرنا ضروری ہے"۔

دوسرا اثر: حبیب بن ابی ثابت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: أن عمر قال: إذا كانت السنة فليس لأهل البادية نكاح[21]۔ "جب بھوک ہو (قحط ہو) تو دیہات والوں کے لئے نکاح جائز نہیں"۔

زہری کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: والذي نفس عمر بيده، لأمنعن فروج ذوات الأحساب إلا من ذوي الأحساب، فإن الأعراب إذا كان الجدب فلا نكاح لهم[22]۔ "اس ذات کی قسم جس کی قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں ضرور بالضرور ذوی الحسب لوگوں کی نکاح کو منع کروں گا مگر ذوی الاحساب سے کیونکہ جب قحط ہو تو ان کے لئے نکاح جائز نہیں"۔

دفع توہم

قحط کے دور میں دیہات والوں کے لئے نکاح کرنے کی اجازت نہیں، ممانعت کی وجہ کیا ہے؟

جواب: ابن قتیبہ اور دوسرے روایات سے ممانعت کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے: وكان عمر لا يجيز نكاحا في عام سنة ويقول لعل الضيقة تحملهم على أن ينكحوا غير الأكفاء[23]۔ "کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قحط کے سال نکاح کی اجازت نہیں دیتے تھے اور فرماتے: شاید تنگی انہیں غیر کفو کے ساتھ نکاح کرنے پر نہ ابھارے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کفو کے ساتھ نکاح کرنے پر بہت زور دیتے تھے جیسے فرماتے: (لأمنعن فروج ذوات الأحساب إلا من الأكفاء)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیہات والوں کا نکاح دو وجوہ کی وجہ سے خاص کیا تھا:

(1) دیہات والوں کو دوسروں کی بنسبت زیادہ نقصان پہنچا تھا۔

(2) دیہات والے کفو کے اشتراط میں دوسروں کی بنسبت زیادہ شدت اختیار کرتے۔

اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خدشہ تھا کہ شدت احتیاجی کی وجہ سے ایسا نہ ہو کہ دیہات والے غیر کفو کے ساتھ نکاح کرے جن کی وجہ سے برے اثرات ظاہر ہوں۔

مثلاً (1): کفو نہ ہونے کی وجہ سے عورت پر ظلم ہوتا ہے یا آپس میں ناچاقی ہوتی ہے۔

(2) غیر کفو میں نکاح کرنے کی وجہ سے معاشرے میں عار دلایا جاتا ہے خاص کر عرب معاشرے میں تو بہت زیادہ عار دلایا جاتا ہے۔

(3) ماں باپ کی عدم کفاءت کی وجہ سے بچے کبھی کبھار نفسیاتی دباؤ کا شکار ہوتے ہیں

(4) زوجیت کا رشتہ برقرار رہنے میں کفاءت کی بڑی حد تک دخل ہوتا ہے۔

تیسرا اثر: قحط کی وجہ حد سرقہ کا اسقاط

ما قبل میں گزرا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھوک کی حالت میں حد سرقہ کو ساقط کیا تھا خاص معین ضوابط کی صورت میں، جس کا تفصیل آنے والا ہے۔

رمادہ بحران کے صحت پر برے اثرات

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رمادہ بحران کے سال امراض پھیل گئے تھے جس کی وجہ سے بہت سے لوگ مر گئے تھے خاص کر وہ مہاجرین لوگ جنہوں نے رمادہ کے سال مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی ان میں بہت سے افراد مر گئے تھے اور اس کا اندازہ اس روایت سے ہوتا ہے قال أسلم: وقد كان وقع فيهم الموت فأراه مات ثلثاهم وبقي ثلث[24]۔" مہاجرین میں بہت سی اموات واقع ہوگئی تھی، میں سمجھتا ہوں کہ دو ثلث مر گئے تھے اور ثلث باقی رہے"۔

شاید یہ وہ وباء ہو جس کو ابوالاسد الدیلمی نے اپنے قصیدے میں بیان کیا ہے:

عن أبي الأسود، قال: أتيت المدينة وقد وقع بها مرض وهم يموتون موتا ذريعا[25]

۔"میں مدینہ آیا اور اس میں مرض واقع ہوئی تھی سو وہ جلدی مرتے تھے"۔

بحث دوم: اقتصادی بحران کا علاج

پہلا بحث: بحران میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذاتی سلوک/ معاملہ

بحران میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذاتی معاملہ مسلم حاکمین کے لئے ایک قابل تقلید نمونہ ہے۔ روایات میں آپ کا سلوک متعدد جوانب سے بیان کیا گیا ہے لیکن یہاں پہ بطور نمونہ اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

نمبر 1: ذمہ داری کا شعور اور احساس

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے: عن عمر قال: لو مات جمل ضياعا على شط الفرات لخشيت أن يسألني الله عنه[26]۔ "کہ اگر دریائے فرات کے کنارے اونٹ مر جائے تو مجھے اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اس کے بارے میں باز پرس کرے گا"۔

اسی وجہ سے آپ رمادہ کے سال دعا کرتے تھے، فرماتے: (اللهم لا تجعل هلاك أمة محمد على يدي[27])۔ "اے اللہ امت محمد ﷺ کی ہلاکت میرے ہاتھوں پر نہ کر"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بحران کے غم، احساس ذمہ داری اور متاثرین کی امداد نے اس حد تک پہنچایا تھا جس کا اندازہ زید بن اسلم کی روایت سے لگایا جاسکتا ہے: قال: حدثني أسامة بن زيد بن أسلم عن أبيه عن جده قال: كنا نقول: لو لم يرفع الله المحل عام الرمادة لظننا أن عمر يموت هما بأمر المسلمين.[28]۔

"اسامہ بن زید بن اسلم اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ہم لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے رمادہ قحط رفع نہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی فکر میں مر جائیں گے"۔

نمبر 2: رمادہ بحران کے نقصان اٹھانے میں دوسروں کے ساتھ شریک ہونا امت کے لئے قابل تقلید نمونہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ امت کے غم میں شریک ہونے کو اولی الامر کے واجبات اور ڈیوٹی میں شمار کرتے تھے، اسی وجہ سے آپ ایسے کھانے کو پسند نہیں کرتے تھے جو دوسروں کی پہنچ سے دور ہو تاکہ رعیت پر اپنے آپ کو مقدم نہ سمجھے اور اپنی نفس کو ان پر مؤثر نہ سمجھے۔ جیسے روایت میں ہے:

وكان عمر إذا بلغه عن ناحية من نواحي المسلمين غلاء حط نفسه على قدر ما يبلغه، ويقول: كيف يكونون مني على بال إذا لم يمسسني ما مسهم، وإنه غلظ على نفسه وأقبل على خبز الشعير فقرقر في بطنه يوما، فقال: هو ما ترى حتى يحيى أهل مدينة كذا[29]۔ "اور جب کسی بھی کونے سے مسلمانوں کا یہ خبر پہنچتا کہ وہاں مہنگائی ہے تو آپ اپنی نفس سے اس مہنگائی کی بیان کے مطابق حصہ کم کر دیتے اور فرماتے: کیسے وہ میری طرف سے مطمئن ہوں گے جب مجھے اس چیز نے نہیں چھوا ہے جو انہیں چھوا ہے۔ آپ نے اپنے آپ کو جفاکشی میں ڈالا اور اپنے نفس پر سختی کی، جب جو کا روٹی کھانا شروع کیا تو ایک دن پیٹ میں قرقر کی آواز شروع ہوئی، تو کہنے لگا: تو اسی طرح رہو گے جب تک مدینہ والوں کے جانوں میں جان نہ آجائے یعنی جب تک پہلی حالت پر نہ آجائے"۔

قحط کے ایام میں آپ نے کبھی گھر میں نہیں کھایا: وما أكل عمر في بيت أحد من ولده ولا بيت أحد من نسائه ذواقا زمان الرمادة إلا ما يتعشى مع الناس حتى أحيا الله الناس أول ما أحيوا[30]۔ "قحط کے ایام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہ اپنے کسی بیٹے کے گھر میں اور نہ کسی اپنی بیوی کے گھر میں کوئی چیز چکھا۔ بلکہ لوگوں کے ساتھ عشاء کا کھانا کھاتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو پہلی حالت پر لے آئے"۔

آپ نے قسم اٹھایا تھا کہ نہ وہ گھی کھائے گا نہ گوشت کھائے گا یہاں تک کہ لوگوں کے احوال پہلی حالت پر آ گئے۔ آپ نے اپنی جان پر اس حد تک پابندی لگائی تھی کہ اگر کوئی دوسرا شخص مذکورہ اشیاء خرید کر آپ کے پاس لاتا پھر بھی نہ کھاتے۔ اس پر یہ واقعہ دلالت کرتا ہے کہ آپ کے لئے بیوی نے رمادہ بحران کے سال گھی خریدا، آپ نے اس سے کہا: یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: یہ میں نے اپنے ذاتی مال سے خریدا ہے تیرے نفقہ میں سے نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اسے نہیں چکھوں گا جب تک لوگوں کے احوال پہلے کی طرح نہ ہو جائے۔

عن عياض بن خليفة قال: رأيت عمر عام الرمادة وهو أسود اللون. ولقد كان أبيض. فنقول: مم ذا؟ فيقول: كان رجلا عربيا وكان يأكل السمن واللبن فلما أمحل الناس حرمها حتى يحيوا فأكل بالزيت فغير لونه وجاع أكثر[31]

"عیاض بن خلیفہ رمادہ قحط کے سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حالت کچھ یوں بیان کرتا ہے: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رمادہ کے سال دیکھا اس حال میں کہ آپ کا رنگ کالا ہو گیا تھا حالانکہ آپ کا رنگ سفید تھا، آپ تو ایک عربی شخص تھے جو گھی کھاتا اور دودھ پیتا تھا جب لوگوں پر مصیبت آئی تو آپ نے اپنی نفس پر یہ حرام کئے یہاں تک کہ لوگوں کی جانوں میں جان آئی (یعنی ان کے احوال تبدیل ہو گئے اور اسی وجہ سے زیتون کھاتے تھے یہاں تک کہ آپ کا رنگ تبدیل ہوا۔ آپ نے اپنے نفس کو خوب بھوکا رکھا"۔

خلاصہ بحث

خلفیہ کا ذاتی سلوک/کردار اور اُس کے اہل وعیال اور عمال کا کردار اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔

قحط میں رعیت کی احساس ذمہ داری اور اُن کا رنج و غم اس حد تک پہنچ چکا تھا۔ کہ صحابہ کرام فرماتے تھے: قال: كنا نقول: لو لم يرفع الله المحل عام الرمادة لظننا أن عمر يموت هما بأمر المسلمين.[32]

فرماتے ہیں: ہم لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ رمادہ قحط رفع نہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی فکر میں مر جائیں گے۔

مناسب ہے کہ خلیفہ وقت بھی وہ تکلیف برداشت کرے جو تکلیف ومشقت بحران میں رعیت برداشت کرتی ہے۔ تاکہ خلیفہ وقت متاثرین اور محتاجین کی مشکلات کا احساس وفکر ہو۔ اور اکثر طور پر رعیت قحط/بحران پر صبر کرتے ہیں جب وہ خلیفہ وقت کو اپنی مشکلات شریک دیکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كيف يكونون مني على بال إذا لم يمسسني ما مسهم، وإنه غلظ على نفسه وأقبل على خبز الشعير فقرقر في بطنه يوما، فقال: هو ما ترى حتى يحيى أهل مدينة كذا[33]

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی جان، اہل وعیال اور عمال کو اُمت کے لئے قحط/بحران کے دوران ایک رول ماڈل کی طور پر پیش کر دیئے اور اُمت سے مطالبہ کرتے کہ خود اپنی جان اہل وعیال اور عمال پر اپلائی کرتے۔ اور رعیت سے پہلے اپنے اہل کو حکم فرماتے اور مخالفت کرنے پر سختی فرماتے تھے۔

حوالہ جات

---

[1] طبری، محمد بن جریر بن یزید، تاریخ الرسل والملوک، ج4، ص96-98، ناشر دار التراث بیروت، طبعة الثانیة 1387ھ۔

[2] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایة والنهایة، ج7، ص90،، ناشر دار الفکر، عام النشر 1407ھ۔

[3] ابن خلدون عبد الرحمن بن محمد بن محمد، تاریخ ابن خلدون، ج2، ص553، محقق خلیل شحادة، ناشر دار الفکر، بیروت، طبعة الثانیة، 1408ھ۔

[4] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایة والنهایة، ج7، ص90، ناشر دار الفکر، عام النشر 1407ھ۔

[5] ابن سعد أبو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع، الطبقات الکبری، ج3، ص 235،، دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی، 1410ھ۔

[6] الطبري محمد بن جریر بن یزید، تاریخ الرسل والملوک، ج4، ص96-98۔

[7] ابن سعد أبو عبداللہ محمد بن سعد بن منیع، الطبقات الکبری، ج3، ص 215۔

[8] أبو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبد البر، الاستذکار، ج8، ص380، ناشر دار الکتب العلمیۃ بیروت، طبعۃ الأولی، 1421ھ۔

[9] القرطبی أبو عبداللہ محمد بن أحمد، الجامع لأحکام القرآن، ج18، ص15، ناشر دار الکتب المصریۃ القاھرۃ، طبعۃ الثانیۃ، 1384ھ۔

[10] ابن سعد أبو عبداللہ محمد بن سعد بن منیع، الطبقات الکبری، ج3، ص 215۔

[11] ابن سعد أبو عبداللہ محمد بن سعد بن منیع، الطبقات الکبری، ج3، ص235-246۔

[12] أبو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر، مسند الفاروق، ج1، ص224، محقق عبد المعطي قلعجي، دار النشر دار الوفاء المنصورۃ، طبعۃ الأولی، 1411ھ۔

[13] البیھقي، أحمد بن الحسین بن علي بن موسی، السنن الکبری، ج3، ص476، حدیث نمبر 6377۔

[14] ابن سعد أبو عبداللہ محمد بن سعد بن منیع، الطبقات الکبری، ج3، ص245۔

[15] ابن سعد أبو عبداللہ محمد بن سعد بن منیع، الطبقات الکبری، ج3، ص 246۔

[16] ابن سعد أبو عبداللہ محمد بن سعد بن منیع، الطبقات الکبری، ج3، ص240۔

[17] ابن سعد أبو عبداللہ محمد بن سعد بن منیع، الطبقات الکبری، ج3، ص240۔

[18] الطبري محمد بن جریر بن یزید، تاریخ الرسل والملوک، ج4، ص98۔

[19] ابن سعد أبو عبداللہ محمد بن سعد بن منیع، الطبقات الکبری، ج3، ص241۔

[20] عمر بن شبۃ (اسمہ زید) بن عبیدۃ بن ریطۃ، تاریخ المدینۃ لابن شبۃ، ج2، ص744۔

[21] الصنعاني، أبو بکر عبد الرزاق بن ھمام، المصنف، ج6، ص152، حدیث نمبر 10323۔

[22] الصنعاني، أبو بکر عبد الرزاق بن ھمام، المصنف، ج6، ص154، حدیث نمبر 10331۔

[23] أبو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبۃ، غریب الحدیث، ج1، ص599، محقق د. عبداللہ الجبوري، ناشر مطبعۃ العاني بغداد، طبعۃ الأولی، 1397۔

[24] ابن سعد أبو عبداللہ محمد بن سعد بن منیع، الطبقات الکبری، ج3، ص241۔

[25] البخاري أبو عبداللہ، محمد بن إسماعیل، صحیح البخاري، ج3، ص169، حدیث نمبر 2643، ناشر دار طوق النجاۃ، الطبعۃ: الأولی، 1422ھ۔

[26] ابن سعد أبو عبداللہ محمد بن سعد بن منیع، الطبقات الکبری، ج3، ص232۔

[27] ابن سعد أبو عبداللہ محمد بن سعد بن منیع، الطبقات الکبری، ج3، ص237۔

[28] ابن سعد أبو عبداللہ محمد بن سعد بن منیع، الطبقات الکبری، ج3، ص239۔

[29] الجوزي، جمال الدین أبو الفرج عبد الرحمن بن علي، المنتظم في تاریخ الأمم والملوک، ج4، ص252، ناشر دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبعۃ الأولی، 1412ھ۔

[30] ابن سعد أبو عبداللہ محمد بن سعد بن منیع، الطبقات الکبری، ج3، ص241۔

[31] ابن سعد أبو عبداللہ محمد بن سعد بن منیع، الطبقات الکبری، ج3، ص239۔

[32] ابن سعد أبو عبداللہ محمد بن سعد بن منیع، الطبقات الکبری، ج3، ص239۔

[33] الجوزي، جمال الدین أبو الفرج عبد الرحمن بن علي، المنتظم في تاریخ الأمم والملوک، ج4، ص252، ناشر دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبعۃ الأولی، 1412ھ۔